عید میلاد کی حقیقت

مولانا محمد منشاء کاشف

عن ام سلمة قالت كان رسول الله ﷺ يصوم يوم السبت و يوم الاحد اكثر ما يصوم من الايام و يقول .انهما يوما عيد للمشركين فانا احب ان اخالفهم۔

عیدین اور ایام تشریق کے دنوں میں حضور ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ دن مسلمانوں کے لئے کھانے پینے اور خوشیاں منانے کے لئے ہیں۔ مگر متذکرہ بالا حدیث سے ثابت ہے کہ زمانہ جہالت کی خود ساختہ عیدوں کے روز رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھ کر تمام امت کو سمجھایا کہ اسلام میں عیدیں صرف دو ہیں اور ان کے علاوہ تیسری عید یعنی (عید میلاد النبی) کا خدا کے رسول اور ان کے ماننے والوں سے کوئی تعلق نہیں۔

بریلوی مکتب کے بعض بزرگوں نے عید میلاد نہ منانے والوں کو کافر منافق اور ابلیس قرار دیا ہے۔ لیکن اس عید کی فرضیت یا اہمیت پر کوئی دلیل نہیں دی بلکہ ایک کافر ابو لہب نے اپنی لونڈی کو آزاد کرنے کی دلیل ہے یہ تو آپ کی مرضی ہے کہ ابو لہب کی سنت پر عمل کریں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کریں۔ حضرت محمد ﷺ کے یوم ولادت باسعادت کا سراغ لگانے کے لئے آثار صحابہؓ، تابعینؒ، فقہاء کرامؒ اور محدثینؒ کی معروف کتب مثلاً موطا امام مالکؒ، موطا امام محمدؒ، فقہ اکبر ابو حنیفہؒ، شرح فقہ اکبر ملا علی قاریؒ، مسند امام احمدؒ، در مختار شرح وقایہ، تخریج الہدایہ کنز الرائق قدروی وغیرہ الغرض حدیث کی ابتدائی کتاب بلوغ المرام سے لے کر بخاری شریف تک تمام کتب کی ورق گردانی کرنے کے باوجود مروجہ تیسری عید میلاد کا کہیں نام نہیں مل سکا۔ ہاں مذکورہ کتب میں تین عیدوں کی بجائے صرف دو عیدیں عید الفطر اور عید الضحیٰ کے ابواب اور ان کے متعلقہ مسائل پر ضرور نظر پڑتی ہے ورنہ یار لوگوں کی ایجاد کردہ تیسری عید میلاد النبیؐ کا مذکورہ کتب فقہاء اور حدیث کی کتب میں کہیں بھی کسی قسم کا باب نہیں ملتا۔

حضورؐ نے صحابہ کرام کو غیر مشروع عیدوں سے روک دیا تھا

تاریخ الامام طبری صفحہ ۹۹ جلد اول میں ہے کہ ضحاک نامی ایک شخص جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے گزرا ہے۔ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد پر بڑے مظالم توڑے اس زمانے میں افریدوں بن اثفیان نامی ایک شخص نے ہمت کر کے ضحاک کو پسپا کر دیا اور قید میں جکڑ لینے کی خوشی میں جشن منایا اور اس جشن کو عید کے طور پر منانے کے لئے دو روز مقرر کر لئے یہ رسم چلتے چلتے حضور اکرمؐ کے مبارک زمانہ تک پہنچی۔ ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ شریف پہنچے تو وہاں عوام کو ایک جشن مناتے دیکھا چنانچہ ترجمہ بریلوی حضرات کے مشہور بزرگ صاحب مظاہر حق کی زبانی حدیث سنئے۔

لهم يومان يلعبون فيهما فقال ماهذان اليومان قالوا كنا نلعب فيهما في الجاهلية فقال رسول الله ﷺ قد ابدلكم الله بهما خيرا منهما يوم الاضحى و يوم الفطر ۔ (رواه ابو دائود۔ نسائي، مشكوة)

ترجمہ:- ان (مدینہ والوں کے لئے) دو دن تھے جن میں وہ کھیلتے کودتے، تفریح کرتے تھے (ایک نوروز کا ایک مہرجان کا) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم ان دو دنوں میں کھیلا کرتے تھے ایام جہالت میں، حضور اکرمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے

تمہیں ان دو دنوں کے بدلہ میں ان سے بہتر عیدیں دی ہیں' عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر۔

تاریخ و اسلامیات کا ایک ادنی طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اپنی زندگی کے ۵۳ سال مکہ معظمہ میں گزار کر اللہ کے حکم سے مدینہ شریف چلے گئے۔ بچپن سے جوانی تک یا منصب رسالت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد حضور علیہ السلام نے عید میلاد کے نام سے کوئی تہوار منانے کی کسی کو کوئی ترغیب نہیں دی اور مدینہ پہنچ کر بھی حضور ﷺ نے اپنے متوالے صحابہ کرام اور اسلام کے چاہنے والوں کو کسی تیسری عید کے نام سے کوئی جشن وغیرہ منانے کی تلقین نہ فرمائی بلکہ بدوں کی ایجاد کردہ عیدین کو یکسر ختم کر دیا صرف عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی فوقیت و فضیلت بیان کر کے امت کو دو عیدیں منانے کی تاکید فرمائی۔

حدیث کی مشہور کتاب مسلم شریف میں ہے کہ جناب سید الکونین ﷺ سوموار کے دن روزہ رکھنے کے عادی تھے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے سوموار کے دن روزہ رکھنے کی وجہ معلوم کرنی چاہی تو پیغمبر علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کو جو جواب دیا وہ صاحب مظاہر حق کی زبانی سنئے۔

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صوم الاثنين فقال فيه ولدت و فيه انزل علی۔

ترجمہ:۔ سوال کئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے پیر کے فرمایا اس دن میں پیدا کیا گیا ہوں اور اسی دن شروع ہوئی کتاب اتری مجھ پر۔
(مظاہر الحق جلد سوئم ص ۱۷۸)

تشریح:۔ پیر کار دو جہاں کے فرمان سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی ولادت عظمیٰ کے دن قصداً روزہ رکھا ہے کیونکہ یہ دن عید منانے کا دن نہیں تھا۔ بخاری و مسلم کی کتاب میں اس امر کی پوری وضاحت بھی ملتی ہے کہ شرعی عیدین کے ایام میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ بہر کیف آپؐ کے یوم ولادت کے دن اگر کوئی عمل ثابت ہے تو وہ محض روزہ ہے نہ کہ عید میلاد النبیؐ یا جشن میلاد وغیرہ ہمارے دعوی کی تصدیق میں مولانا محمد صادق گوجرانوالہ نے ماہ طیبہ کے ص ۴۱ پر علامہ ابو البرکات ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور ۲۸/۲۱ نومبر کے عید میلاد نمبر کے ص ۲۵ پر اور مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے اپنی ضخیم کتاب جاء الحق کے ص ۲۴۴ پر الغرض اکثر بریلوی مکتب فکر کے مصنفین نے مختلف رسائل اور جرائد میں تسلیم کر لیا ہے کہ کائنات کے آخری پیر و مرشد نے اپنی پیدائش کے دن روزہ رکھا ہے پس ہمارے بریلوی حضرات نے اس بات کا اقرار کر کے ہمارے موقف کی تائید کر دی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو کسی قسم کی عید نہیں ہے اگر یہ دن عید کا ہوتا تو ہم سب کے محبوب آقا ﷺ روزہ نہ رکھتے بلکہ اپنے یوم پیدائش پر ایک تیسری عید منانے کی تعلیم دیتے۔

امام کائنات کے خلاف کوئی طریقہ مقبول نہیں

ترجمہ اور تفسیر بریلوی کا ہی ملاحظہ کیجئے:

یا ایھاالذین آمنو ا لا تقدمو ا بین یدی الله و رسوله و اتقوا الله ان الله سميع عليم۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔
(ترجمہ احمد رضا خان صاحب)

مذکورہ آیت کریمہ کی شان نزول کے متعلق مولوی نعیم الدین صاحب' مولانا احمد رضا خان صاحب کے مترجم قرآن کے حاشیہ نمبر ۲ میں فرماتے ہیں کہ چند اشخاص نے عیدالاضحیٰ کے دن سید العلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ دوبارہ قربانی کریں اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدم نہ کرو۔

ہر دو بریلوی حضرات نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ دین اسلام کے احکام کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرنی چاہئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالی کے آگے بڑھنے کا مقصد یہی تو ہے کہ دین کے کسی کام میں نیکی کے نام سے زیادتی نہ کرو بلکہ ایسے لوگوں کو آخرت کی جوابدہی سے ڈرایا گیا ہے۔ اسی طرح تفسیر بھی کتنی پیاری فرمائی گئی ہے ۔۔۔۔۔۔ کہ رمضان المبارک کے استقبال کے لئے تعظیماً روزہ رکھنا یا جذبہ مسابقت سے مغلوب ہو کر نیکی کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کردہ وقت سے پہلے کسی کام کو کر گزرنا عشق و محبت کی علامت نہیں بلکہ عداوت و بغاوت کی دلیل ہے۔ جیسا کہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ قربانی صرف اللہ ہی کے لئے تھی اور تعظیم رمضان کا روزہ بھی اللہ کی رضا کے لئے

تھا فی نفسہ مذکورہ صحابہ کرام کا کوئی بھی عمل اسلامی عقیدت والفت سے خالی نہیں تھا مگر ان کے اعمال میں مکمل متعینہ اطاعت کی جھلک نہیں تھی اس لئے کوئی عمل مقام مقبولیت تک نہ پہنچ سکا۔

اس میں اسی بات کی تاکید ہے کہ دنیا والو! میرے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے مگرامت کے کچھ لوگوں کے بعض ایجاد کردہ امور میں بظاہر عشق بھی ہے 'ایثار بھی' جوش بھی ہے 'پیار بھی انوکھی اور سب سے بڑھ کر ریاکاری اور اظہار محبت میں غلو بھی' مگر سادہ لوح بھائیوں کی عملی زندگی میں اگر کوئی چیز مفقود ہے تو اتباع رسولؐ اور اطاعت پیغمبرؐ۔ ظاہر ہے پیغمبر پر ایمان لانا ہی پیغمبر ﷺ کے لئے وجہ تسکین نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اطاعت سے یعنی عملا دین کی تشہیر اور اسلام کی سربلندی کیلئے ہر ممکن قربانی دے کر ہی اللہ تعالیٰ کو راضی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع کہلایا جا سکتا ہے۔ اس لئے کاشف نے خوب کہا ہے ؎

محمدؐ کی جس دل میں الفت نہیں ہے
سمجھ لو کہ قسمت میں جنت نہیں ہے
کرے جو اطاعت محمدؐ کی دل سے
اسے پیر و مرشد کی حاجت نہیں ہے
بھٹکتا رہا ہے بھٹکتا رہے گا
جس کے دل میں محمدؐ کی عقیدت نہیں ہے

تاریخ پیدائش میں مورخین کا اختلاف

سابقہ بیان کردہ ایک حدیث کی طرف دوبارہ توجہ کیجئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سوموار کو اسلئے روزہ رکھتا ہوں کہ اس دن میری ولادت ہوئی اور مجھ پر قرآن کا نزول شروع ہوا۔ حدیث رسول ﷺ سے یہ تو فیصلہ ہو گیا کہ آپؐ کی پیدائش سوموار کے دن ہوئی لیکن مہینہ اور تاریخوں میں انتہائی اختلاف ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصورپوری (سیشن جج ریاست پٹیالہ) نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمینؐ جلد اول کے صفحہ ۴۲ پر ۹ ربیع الاول ۱ھ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء آپؐ کی تاریخ ولادت لکھی ہے اور بریلویوں کے کے آرگن ماہنامہ رضوان لاہور کے عید میلاد نمبر اپریل ۱۹۷۴ء میں بھی یہی تاریخ ولادت لکھی گئی ہے۔ (صفحہ ۲۰)

مورخین ابو الفدا نے حضورؐ کی ولادت کی تاریخ ۱۰ ربیع الاول لکھی ہے تاریخ دول العرب میں ۹ ربیع الاول کو صحیح قرار دیا ہے۔ مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام حصہ اول ص ۸۷ پر ۹ ربیع الاول کو درست کہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر مورخین نے ۹ ربیع الاول ہی کو حضور کی ولادت کا دن قرار دیا ہے۔ البتہ طبری اور ابن خلدون نے ۱۲ ربیع الاول کو صبح صادق کے وقت لکھا ہے۔ مشہور بریلوی مولوی علامہ ابو الحسنات اپنی کتاب اوراق غم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول ' دیگر روایات سے ۱۲ ربیع الاول لکھتے ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کو تاریخ ولادت سے اختلاف

اب فدا کتاب ما ثبت من السنۃ مصنفہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تحقیق بھی ملاحظہ کیجئے۔ محدث دہلوی کی کتاب کا ترجمہ بھی بریلوی مولانا غلام معین الدین نعیمی کا پیش کیا جاتا ہے۔ ص ۸۵ ۔ ۸۶ پر فرماتے ہیں کہ ولادت کے سال میں اختلاف ہے اکثر علماء عام الفیل بتلاتے ہیں اور یہی قول ابن عباسؓ کا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ آپ عام الفیل کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے۔ اسی طرح ولادت کے مہینہ میں بھی اختلاف ہے ایک قول ہے یوم پیدائش ربیع الاول کی دوسری تاریخ ہے۔ ایک قول ۸ ربیع الاول کے متعلق ہے۔ شیخ قطب الدین قسطلانی ؒ فرماتے ہیں کہ اکثر محدثین کے نزدیک یہی قول مختار ہے اور اسی دن کو حمیدی اور ان کے شیخ ابن حزمؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر قضاعی نے عیون المعارف میں اہل سیر کا اجماع نقل کیا ہے اور امام زہریؒ نے محمد بن جبیر ابن معطمؓ فرماتے ہیں سب کا اسی تاریخ پر اتفاق ہے۔۔۔ مگر شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں طیبی ؒ کے ۱۲ ربیع الاول کو متفقہ تاریخ پیدائش قرار دینے میں ہمیں کلام ہے۔

من گھڑت عید میلاد میں اغیار کا رنگ

مورخین اور بریلوی مکتب فکر کی معتبر بحث کا حاصل کلام یہ ہے کہ جناب سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخ ولادت میں اس قدر تضاد و تفاوت اس بات کا بین دلیل ہے کہ اس تاریخ کو تکوینی طور پر مبہم رکھا گیا کہ کہیں حضرت محمد مصطفیٰ کی امت بھی اپنے پیغمبر کے یوم پیدائش کو کھیل تماشہ نہ بنالے مگر وائے نادانی کہ پیغمبر کا جشن عید کے متعلق کوئی حکم نہیں ہے مگر قوم اپنی ہی مرضی سے فرضی

تاریخ متعین کر کے فرضی عید میلاد منانے میں مشغول ہے۔ مختلف آراء کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ مکہ میں پیدا ہوئے تو مکہ والوں کی نظروں میں آپؐ صرف محمدؐ بن عبداللہ تھے۔ اسی لئے تاریخ پیدائش کسی کو یاد رکھنے کا خیال ہی نہ رہا۔ صحابہ کرامؓ کو اگر پیغمبر خدا کا تاریخ پیدائش صحیح معلوم ہوتا تو اسلامی سال کی ابتداء ہجرت کے سال سے کیوں شروع کی جاتی؟ کیا ہی اچھا ہوتا کہ کھینچا تانی سے ربیع الاول میں تیسری عید منانے والے ہمارے بھائی اسلامی سن کی ابتداء بھی ۱۲ ربیع الاول سے مشہور کر دیتے۔ دراصل حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے دن عیسائیوں کی عید میلاد المسیحؑ اور ہندوؤں کے بزرگوں کے جنم دن کو ہندوؤں کی بے شمار تقریبات متاثر ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے بھی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کو بطور یادگار منانا شروع کر دیا۔ یہ بات تعجب خیز ہے کہ کچھ عرصہ پیشتر ۱۲ ربیع الاول کو بارہ وفات کے نام سے ہی اکثر مقامات پر منایا جاتا تھا۔ مگر چند مصلحتوں کے تحت یادگاری دن کا سابقہ نام تبدیل کر کے اس تقریب کو عید میلاد النبیؐ یا جشن عید میلاد کے نام سے پورے ملک میں منظم طریق سے مشہور کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ شہری اور دیہاتی بھائیوں کی اکثریت ۱۲ ربیع الاول کو آج بھی بارہ وفات کے نام سے ہی جانتی ہے۔ ہاں حضورؐ کے یوم وفات پر کسی کو اختلاف نہیں ہے کیونکہ جب آپؐ اپنے فرائض منصبی باحسن طریق ادا کر چکے یعنی تمام واجب العزیر برائیوں اور قابل اجر اچھائیوں اور نیکیوں کی تبلیغ و تشہیر کے بعد ۶۳ سال دنیاوی زندگی گزار کر اس دار فانی سے جانے لگے تو آپؐ کی حیثیت دنیا کے آخری اور عظیم راہنما یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت تھی ایسے وقت میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے جاننے پہچاننے والے لوگ بکثرت موجود تھے۔ اسی لئے آپ کی تاریخ وفات پر کوئی اختلاف نہیں۔

تیسری عید چھ سو سال بعد ایجاد ہوئی

اختراعی عید کے متعلق مفتی احمد یار خاں نے اپنی کتاب جاء الحق کے صفحہ نمبر ۲۳۶ پر علامہ سخاوی کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے انہی کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔

لم یفعله احد من القرون الثلثة و انما احدث بعد۔

ترجمہ:- میلاد شریف تین زمانوں تک کسی نے نہ کیا بعد میں ایجاد ہوا۔

تشریح:- یعنی میلاد کی رسم نہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایجاد ہوئی اور نہ صحابہؓ کے شاگردوں نے اس طرف کوئی توجہ دی گویا خیر و برکت کے تین زمانوں میں تو آنحضرتؐ کے یوم ولادت کو عید قرار دینے کا کسی کو بھی خیال نہ آیا آج اس رسم کو حکومت کی وساطت سے شرعی حیثیت دینے والے بریلوی حضرات کیا صحابہ کرام اور تابعین سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرنے کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں کہ دین میں تیسری عید کو ایجاد کر دیا۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب حسن المقصد فی عمل المولد میں لکھتے ہیں کہ اسلام میں جس شخص نے سب سے پہلے مجلس مولود قائم کی وہ سلطان ابو سعید بن زین الدین تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن جوزیؒ نے بھی اسی شخص کو محفل میلاد کا بانی قرار دیا ہے۔ قاضی ابن خلکانؒ نے اپنی مشہور تصنیف وفیات الاعیان میں مظفر الدین والی اربل کو اس عید کا بانی کہا ہے۔ الغرض اس رسم کو ایجاد کرنے والے حضرات نبی کریمؐ سے چھ سو سال بعد پیدا ہوئے۔

مذکورہ بالا مختصر واقعات کی روشنی میں بریلوی وعظوں اور مفتیوں کے جذبات اور غیر محتاط فتوؤں کو سلیم العقل انسان کیسے اہمیت دے سکتا ہے؟ کیا متذکرہ بالا اصحاب مروجہ طریق سے عید میلاد نہ منانے والے معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، آئمہ و فقہاء کرامؒ دیگر کروڑوں محققین کو بھی اسی زمرہ میں شامل فرمائیں گے جس میں اہل حدیث دیوبندی حضرات کو شامل کر کے کافر، منافق، شیطانی ٹولہ اور ابلیس جیسے القابات سے بدنام کر رکھا ہے۔ ان کو کون پوچھے افسوس ہے کہ پاکستان کی حکومت بھی عید میلاد منانے کا تحفظ فراہم کرتی اور خود بھی عید منانے میں شامل ہوتی ہے۔ ایسی حکومت کی حمایت کرنا ہی اسلام کے ساتھ بغاوت ہے۔ اگر واقعات و حالت کی روشنی میں عید میلاد نہ منانے والے تمام سلف صالحین اللہ کے رسول ﷺ کے سچے امتی اور مخلص مسلمان تھے تو آج انہی کے ہموا کروڑوں مسلمان کس ضابطہ اور قاعدہ کلیہ کے تحت دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ دراصل یہ بات تو متعدد بریلوی مولویوں نے بھی تسلیم کر لی ہے کہ میلاد کی محفلوں کا سلسلہ قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا اور پہلے اس رسم کو لوگ بارہ وفات کے نام سے مناتے

تھے۔ مگر اب خود ساختہ رسم کا دوسرا نام بھی تبدیل کر کے عید میلاد مشہور کر دیا ہے۔ مصنوعی مذہب یونہی بولتا رہا ہے ابھی کچھ عرصہ بعد مزید تبدیلیوں کا بھی امکان ہے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

محفل میلاد اور مجدد الف ثانی

پاک و ہند کے مسلم بزرگ حضر مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۷۳ ص ۵۶۳ سے ۵۶۷ تک میلاد کے متعلق عمدہ بحث کرتے ہیں طوالت کے خوف سے صرف دو واقعات تحریر میں ملاحظہ کیجئے۔

مرزا حسام الدین کو صفحہ ۵۶۶ پر لکھتے ہیں کہ فیروز آباد جو ہم فقیروں کا ماوی اور جائے پناہ اور ہمارے پیروں کا مرکز ہے۔ جب اسمیں کوئی ایسا امر حادث (یعنی میلاد جیسی بدعت) ہو جائے جو طریقہ علیہ کے مخالف ہو تو فقیر کیوں مضطرب و بے قرار نہ ہو۔ پھر ۵۶۷ پر فیروز آباد کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اگر فی الفرض حضرت قدس سرہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے یا نا پسند کرتے فقیر کا یقین ہے کہ حضرت قدس سرہ ہرگز اس امر کو ناپسند کرتے بلکہ انکار کرتے۔ فقیر کا مقصد آپ کو بتلا دینا ہے آپ قبول کریں یا نہ کریں کچھ مضائقہ نہیں اور نہ آپ سے کوئی مشاجرہ اور لڑائی جھگڑے کی گنجائش ہے۔ اگر مخدوم زادے اور وہاں کے یار یعنی فیروز آباد کے بدعتی اپنی اسی وضع پر استقامت رکھیں اور اپنی حالت کو نہ بدلیں (یعنی میلاد کرنے سے باز نہ آئیں) تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے سوائے مایوسی اور کچھ چارہ نہیں۔ فقط

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ کس قدر صاف گوئی سے بات سمجھا گئے ہیں کہ مجھے تو جو بات حق اور درست معلوم ہوئی ہے وہ خیر خواہی کے تحت مسلمانوں کو سمجھا دی ہے لڑائی جھگڑا مقصود نہیں اگر حقائق معلوم ہونے کے بعد بھی ضدی لوگ اس کو شان رسول عظمت پیغمبر کہتے پھریں تو ان کی اصلاح سے مایوس ہو کر ہم ایسے کاموں سے الگ تھلگ رہیں گے۔

جیسا کہ گذشتہ واقعات سے ثابت ہے کہ یہ سلسلہ چھ سو سال کے بعد چلایا گیا اور مجدد صاحب بھی اسلام اور نیکی کے نام پر ایجاد کردہ میلاد پر بیزاری کا اظہار کر کے اس عمل کو بدعت قرار دیتے ہیں مگر بعض بریلوی حضرات کیا کرتے ہیں کہ مجدد صاحبؒ نے صرف بدعت کہا ہے بدعت سیئہ تو نہیں فرمایا۔ یار لوگوں نے بدعت کی قسمیں بھی ڈالی ہیں حالانکہ حضور نے فرمایا:

كل بدعة ضلالة و كل ضلالة فی لنار۔

بریلوی حضرات ان حدیث مبارکہ پر بھی عمل نہیں کرتے گویا بریلوی حضرات کے نزدیک بعض امور میں حضورؐ کی مخالفت اچھائی ہے اور بعض کاموں میں حضورؐ کی مخالفت برائی ہے۔ بدعت کی صحیح تعریف مجدد الف ثانی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

مکتوبات ۱۸۶ صفحہ ۳۰۹ پر بدعت پر بحث کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ۔ حسن اس نیک کام کو کہتے ہیں جو آنحضرت اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہو مگر وہ سنت کو رفع نہ کرے۔ بدعت سیئہ وہ ہے جو سنت کی رافع ہو یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن و نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلم و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا اگرچہ آج مبتدع (بدعتی کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت و تازگی میں دیکھتے ہیں لیکن کل یعنی قیامت کے دن) جب بصیرت تیز ہوگی تو دیکھ لیں گے کہ اس کا نتیجہ خسارت و ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

بوقت صبح ہو جائے گا روشن روز کی مانند
کہ تو نے عشق میں کس کے گزاری رات صاحب

پھر مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔

ترجمہ:۔ جس نے ہمارے اس امر میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں وہ مردود ہے۔

بتلائیے جو چیز طریقہ رسول ﷺ کے خلاف ہو انکی اجازت کے بغیر از خود کسی کام کو ایجاد کر کے نیکی سمجھ لیا گیا ہو۔ اس کام کو حسین یعنی اچھا عمل کیسے سمجھا جا سکتا ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا:

یا ایها الذین آمنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و لا تبطلوا اعمالکم۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کرو نافرمانی کرنے سے تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کام کریں جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔ قرآن و حدیث کے خلاف کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔

دعا ہے اللہ تعالی قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین